قدامت پسندی اور جدّت پسندی

جمہوریت اور انقلابیت

(تعلیماتِ قرآن، اہلبیتؑ و تاریخ کی روشنی میں)



بسم الله الرحمٰن الرحيم

تعارف

وہی خدا ہے جس نے تم سب کو ایک نفس سے پیدا کیا ہے اور پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا ہے تاکہ اس سے سکون حاصل ہو اس کے بعد شوہر نے زوجہ سے مقاربت کی تو ہلکا سا حمل پیدا ہوا جسے وہ لئے پھرتی رہی پھر حمل بھاری ہوا اور وقت ولادت قریب آیا تو دونوں نے پروردگار سے دعا کی کہ اگر ہم کو صالح اولاد دے دے گا تو ہم تیرے شکر گزار بندوں میں ہوں گے۔

(قرآن کریم 7:189)

زیر نظر تحریر قرآن مجید کی بالائی آیت کے گہرے مفہوم کو ایک نئی فکری تشریح کے ساتھ پیش کرتا ہے، جہاں تخلیق، تعلق، اور فکری ارتقاء کو علامتی انداز میں سمجھایا گیا ہے۔ یہ آیت انسان کی تخلیق اور اس کی جدوجہد کو فطرت اور سماجی و فکری حقائق کے آئینے میں بیان کرتی ہے، اور اس میں ایک خاص استعارہ موجود ہے جو انسانی تجربات، تعلقات، اور افکار کی تشکیل کے مراحل کو واضح کرتا ہے۔

یہ تشریح اصالۃ الاحتیاط اور اصالۃ البرائت کی اجتہادی روشوں کے ساتھ ساتھ اصلاح طلب اور قدامت پسند فکری مکاتب کی تفہیم کو بھی گہرائی سے جوڑتی ہے۔ انسانی تعلقات، خاص طور پر زوجین کے تعلق کو یہاں فکری مکالمے کی ایک تصویر کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جہاں تھیسس اور اینٹی تھیسس کے امتزاج سے ایک نئے سینتھسز یا فکر کی تخلیق ہوتی ہے۔ یہ عمل گروتھ مائنڈ سیٹ کی نمائندگی کرتا ہے، جو سیکھنے، ارتقاء، اور نئے افکار کے جنم لینے کو ممکن بناتا ہے۔ دوسری جانب، یہ تعبیر اشاعرہ اور معتزلہ کے مکاتب فکر کی روشنی میں دینی اور عقلی فکر کے باہمی تعلق کو بھی اجاگر کرتی ہے۔

یہ تمام عناصر ایک جامع مکالمے کی بنیاد فراہم کرتے ہیں، جہاں انسانی فطرت، اجتہاد، اور فکری ترقی کو ایک دوسرے سے مربوط کیا گیا ہے۔ زوجین کی دعا اور صالح اولاد کی خواہش کو ایک استعارہ کے طور پر لیا گیا ہے، جو صالح افکار کی تمنا اور تخلیق کی علامت ہے۔ اس میں انسان کے شعوری سفر اور خالق سے اس کی گہری وابستگی کو نمایاں کیا گیا ہے، جو نہ صرف فکری بلندی کا مظہر ہے بلکہ شکرگزاری اور بندگی کے اعلیٰ مقام کی عکاسی بھی کرتا ہے۔ اس تناظر میں، یہ متن جدید اور روایتی فکری مناہج کے درمیان ایک پل کا کام کرتا ہے، جہاں تخلیق، تعلق، اور شعور کا ہر پہلو باہمی طور پر جڑا ہوا ہے۔

قدامت پسندی اور جدّت پسندی

(حصہ اول)

ایران میں مغرب سے مقابلے کے سلسلے میں **قدامت پسند** اور **اصلاح طلب** گروہوں کے نظریات اور موقف مختلف ہیں۔ ان دونوں کے خیالات کو مختصراً درج ذیل میں بیان کیا گیا ہے:

1. قدامت پسند: (Conservatives)

قدامت پسند گروہ ایران کی اسلامی اقدار اور انقلابی نظریات کا سختی سے دفاع کرتے ہیں۔ ان کا موقف مغرب کے ساتھ تعلقات میں محتاط رویہ اپنانا ہے۔

خصوصیات اور موقف:

- مغربی ثقافت اور اثرات کو اسلامی اقدار کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں۔
- مغربی طاقتوں، خاص طور پر امریکہ، کے ساتھ کسی بھی قسم کے تعلقات کو شبہات کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
- ایران کی خودمختاری اور اسلامی شناخت کے تحفظ پر زور دیتے ہیں۔
- اسلامی اصولوں کے تحت سخت معاشرتی اور سیاسی پالیسیاں اپنانے کے حامی ہیں۔

- معیشت میں خود انحصاری اور مزاحمتی معیشت (Resistance Economy) کے نظریے کو فروغ دیتے ہیں۔
- مغربی دنیا کے ساتھ تعلقات کو سازش اور استحصال کے زاویے سے دیکھتے ہیں۔

2.اصلاح طلب:(Reformists)

اصلاح طلب گروہ ایران کی اندرونی اور بیرونی پالیسیوں میں زیادہ لچکدار اور جدید نقطہ نظر اپنانے کا خواہاں ہے۔

خصوصیات اور موقف:

- مغرب کے ساتھ تعلقات کو بہتر بنانے اور عالمی برادری کے ساتھ روابط بڑھانے کے حامی ہیں۔
- ڈپلومیسی اور مذاکرات کے ذریعے بین الاقوامی تعلقات میں بہتری کے خواہاں ہیں۔
- سماجی اور سیاسی آزادیوں کے فروغ اور عوام کے لیے زیادہ مواقع فراہم کرنے پر زور دیتے ہیں۔
- جدید دنیا کے ساتھ معاشی اور تکنیکی ترقی کے لیے تعاون کو اہم سمجھتے ہیں۔

- ایران کے اندر اصلاحات اور عالمی معیارات کے مطابق تبدیلیوں کو ضروری سمجھتے ہیں۔
- مغرب کے ساتھ تنازعات کے بجائے، باہمی مفادات پر مبنی تعلقات قائم کرنے پر یقین رکھتے ہیں۔

موازنہ:

- قدامت پسند گروہ مغرب کو دشمن اور خطرہ تصور کرتا ہے، جبکہ اصلاح طلب گروہ اسے مواقع اور ڈپلومیسی کے ذریعے تعلقات بہتر کرنے کا ذریعہ سمجھتا ہے۔
- قدامت پسند اسلامی اصولوں پر سختی سے کاربند رہنے کے خواہاں ہیں، جبکہ اصلاح طلب گروہ اسلامی اقدار کے ساتھ جدیدیت کو متوازن رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

نوٹ: یہ دونوں گروہ ایران کی پالیسی سازی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اور ان کے نظریات کے فرق سے ایران کی داخلی اور خارجی پالیسی میں تنوع اور چیلنجز پیدا ہوتے ہیں۔

آیت اللہ خامنہ ای کی حمایت:

آیت اللہ سید علی خامنہ ای، جو ایران کے رہبرِ اعلیٰ ہیں، قدامت پسندوں اور اصلاح طلبوں دونوں کے موقف کے مابین متوازن نقطہ نظر رکھتے ہیں، لیکن ان کا جھکاؤ عموماً قدامت پسند پالیسیوں کی طرف زیادہ واضح نظر آتا ہے۔ ان کے نظریے کو درج ذیل میں تفصیل سے بیان کیا جا سکتا ہے:

آیت اللہ خامنہ ای کا موقف:

1. قدامت پسند اور اصلاح طلب دونوں کے بارے میں:

- آیت اللہ خامنہ ای انقلابی اقدار اور اسلامی اصولوں کے سخت محافظ ہیں، جس کی وجہ سے ان کا موقف قدامت پسندوں کے قریب تر ہوتا ہے۔
- وہ اصلاح طلبوں کی کچھ پالیسیوں کو قبول کرتے ہیں، لیکن ان کے مغرب کے ساتھ تعلقات کو بہتر بنانے کی کوششوں میں احتیاط برتنے کا مشورہ دیتے ہیں۔
- ان کے نزدیک اصلاحات ضروری ہیں، لیکن ایسی اصلاحات نہیں جو اسلامی نظام یا ملک کی خودمختاری کو کمزور کریں۔

2. مغرب کے ساتھ تعلقات کے حوالے سے:

- آیت اللہ خامنہ ای کا مغرب کے بارے میں نظریہ محتاط اور شک پر مبنی ہے۔
- ان کے مطابق مغرب، خاص طور پر امریکہ، ایران کی خود مختاری اور اسلامی نظام کے لیے خطرہ ہے۔
- وہ مغربی طاقتوں کو سامراجی اور استعماری عزائم رکھنے والا سمجھتے ہیں جو اسلامی دنیا کو کمزور کرنے کے درپے ہیں۔
- مغرب کے ساتھ تعلقات میں وہ مذاکرات کے ذریعے مسائل حل کرنے کے قائل ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ ایران کے مفادات اور خود مختاری پر کوئی سمجھوتہ نہ ہو۔

3. **"استکبار" کے خلاف موقف:**

- آیت اللہ خامنہ ای اکثر مغربی طاقتوں، خاص طور پر امریکہ، کو "استکبارِ جہاں" (عالمی استکبار) قرار دیتے ہیں۔
- ان کا ماننا ہے کہ مغربی طاقتیں مسلم دنیا کو تقسیم اور کمزور کرنے کی سازشوں میں ملوث ہیں۔

4. **معاشی پالیسی:**

- آیت اللہ خامنہ ای "مزاحمتی معیشت" (Resistance Economy) کے نظریے کے حامی ہیں، جس کا مقصد مغربی پابندیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے

ایران کی معیشت کو اندرونی وسائل پر انحصار کے ذریعے مستحکم کرنا ہے۔

- ان کے نزدیک مغربی انحصار سے بچنا ضروری ہے تاکہ ایران عالمی سطح پر خودمختاری برقرار رکھ سکے۔

5. **ثقافتی نظریہ:**

- آیت اللہ خامنہ ای مغربی ثقافت کو اسلامی اقدار کے لیے ایک خطرہ سمجھتے ہیں اور "نرم جنگ (Soft War) " کے خلاف جدوجہد کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔
- ان کا کہنا ہے کہ مغربی میڈیا اور ثقافت مسلمانوں کے ذہنوں اور معاشروں کو متاثر کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

آیت اللہ خامنہ ای کی حمایت:

- **قدامت پسندوں کی حمایت:**
  - آیت اللہ خامنہ ای عموماً قدامت پسندوں کے قریب سمجھے جاتے ہیں کیونکہ وہ اسلامی انقلاب کے اصولوں اور اسلامی نظام کے تحفظ کے لیے زیادہ پُرعزم ہیں۔

- وہ سخت پالیسیوں کے حامی ہیں جو مغربی دباؤ کا مقابلہ کر سکیں۔

- **اصلاح طلبوں کے لیے محدود حمایت:**
  - آیت اللہ خامنہ ای اصلاح طلبوں کی طرف سے پیش کی جانے والی بعض تجاویز کو تسلیم کرتے ہیں، بشرطیکہ وہ اسلامی نظام کے خلاف نہ ہوں اور ایران کے مفادات کے لیے نقصان دہ ثابت نہ ہوں۔

آیت اللہ خامنہ ای کا نظریہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ ایران کو اپنی اسلامی شناخت، خود مختاری، اور انقلابی اصولوں کو برقرار رکھنا چاہیے، چاہے وہ قدامت پسندوں کی پالیسیوں کے ذریعے ہو یا اصلاح طلبوں کے اقدامات کے ذریعے۔

ان کے نزدیک مغرب کے ساتھ تعلقات میں احتیاط اور چوکسی لازم ہے، اور وہ مغربی طاقتوں کے عزائم کو ایران اور اسلامی دنیا کے لیے ایک بڑا چیلنج سمجھتے ہیں۔

دونوں گروہ اور قرآن واہلبیت علیہم السلام:

ایران کے **اصلاح طلب** اور **قدامت پسند** گروہوں کے منظومہ فکری کو قرآن واہلبیتؑ کی تعلیمات سے تقابل کرتے وقت مختلف پہلوؤں پر غور کرنا ضروری ہے۔ دونوں گروہوں کے نظریات قرآن اور اہلبیتؑ کی تعلیمات سے کسی نہ کسی حد تک متاثر ہیں، لیکن ان کے اطلاق اور تعبیر کے انداز مختلف ہیں۔

1. قدامت پسند گروہ اور قرآن و اہلبیتؑ کی تعلیمات:

قدامت پسند گروہ عموماً قرآن اور اہلبیتؑ کی تعلیمات کی روایتی تفاسیر پر انحصار کرتا ہے۔

قربت:

- **اسلامی اقدار کا تحفظ:**
قدامت پسند قرآن واہلبیتؑ کی تعلیمات کو معاشرتی اور سیاسی زندگی کے ہر پہلو میں نافذ کرنے کے قائل ہیں۔
    - مثلاً اسلامی حدود، شعائر، اور اخلاقیات کی سختی سے پابندی پر زور۔
- **استکبار کے خلاف مزاحمت:**
یہ گروہ عالمی استعمار اور مغربی تسلط کے خلاف کھڑا ہونے کو قرآن کے اصولِ جہاد اور اہلبیتؑ کے انقلابی کردار سے جوڑتا ہے۔

○ مغربی اثرات کو اہلبیتؑ کے اصولِ خود مختاری اور عزت نفس کے منافی سمجھا جاتا ہے۔

فاصلہ:

- **اجتہاد میں محدودیت:**

قرآن اور اہلبیتؑ کی تعلیمات کا اطلاق بعض اوقات دورِ جدید کے انحرافی تقاضوں کے مطابق نہیں کرتے۔

○ اہلبیتؑ کی تعلیمات میں اجتہاد اور نئے حالات کے مطابق حکمت عملی اپنانے پر زور دیا گیا ہے، جو قدامت پسندوں کی فکر میں اصلاح پسندوں کی طرح نظر نہیں آتا ہے۔

.2 اصلاح طلب گروہ اور قرآن و اہلبیتؑ کی تعلیمات:

اصلاح طلب گروہ عموماً قرآن اور اہلبیتؑ کی تعلیمات کو عصرِ حاضر کے طریقوں اور ثقافتی رویوں کے مطابق سمجھنے اور بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

قربت:

- **اجتہاد اور حکمت عملی:**

اہلبیتؑ کی تعلیمات میں وقت اور حالات کے مطابق اجتہاد کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے، اور اصلاح طلب گروہ اجتہاد میں آزادی کی روش یعنی اصالۃ البرائت کے اصول کو اپناتا ہے۔

  - اصلاح طلب گروہ مغرب کے ساتھ تعلقات کو اہلبیتؑ کی مصالحِ امت کی حکمت عملی کے تحت دیکھتا ہے۔

- **عالمی اخلاقیات اور دعوت:**

اصلاح طلب گروہ قرآن اور اہلبیتؑ کی عالمی دعوت اور انسانیت کے لیے ہمہ گیر پیغام کو جدید زبان میں پیش کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔

  - اہلبیتؑ نے اپنے عمل اور اخلاق کے ذریعے اسلامی تعلیمات کو غیر مسلموں تک پہنچایا، اور اصلاح طلب گروہ اس کو اصول مان کر اسی کو اپناتا ہے۔

فاصلہ:

- **مغربی اثرات کے بارے میں نرمی:**

اصلاح طلب گروہ مغرب سے تعلقات میں نرمی برتنے کے دوران

کبھی کبھار اسلامی اقدار کے بعض اصولوں سے سمجھوتہ کرتا ہوا نظر آ سکتا ہے، جو اہلبیتؑ کی اصول پسندی سے مختلف ہو سکتا ہے۔

تقابلی جائزہ:

اصلاح طلب گروہ	قدامت پسند گروہ	پہلو
جدید حالات کے مطابق تعبیر و اجتہاد	سختی سے عمل اور اطلاق	**قرآن کی ظاہری تعلیمات**
وقت اور حالات کے مطابق اجتہاد (آزاد ذہن)	احتیاطی اجتہاد، روایتی فہم	**اہلبیتؑ کے اصولِ اجتہاد**
مغرب سے محتاط تعلقات، مکالمے کی کوشش	مغرب کی مکمل مخالفت	**مغرب سے تعلقات**
جدید دنیا کے تقاضوں کے مطابق متوازن نفاذ	روایتی طریقے سے سختی	**اسلامی اخلاقیات کا نفاذ**

- **قرآن و اہلبیتؑ کی تعلیمات کے قریب تر کون؟**

- اگر اصولی طور پر سختی، اسلامی شعائر کا تحفظ، اور مغرب سے مقابلہ اہلبیتؑ کے انقلابی کردار کا مظہر سمجھا جائے، تو قدامت پسند گروہ قریب نظر آتا ہے۔
- اگر اجتہاد، حکمتِ عملی، اور عالمی سطح پر دعوتی کام کو اہلبیتؑ کی تعلیمات کے مظہر کے طور پر دیکھا جائے، تو اصلاح طلب گروہ زیادہ قریب معلوم ہوتا ہے۔

اصل فیصلہ اس بات پر منحصر ہے کہ قرآن اور اہلبیتؑ کی تعلیمات کو کس زاویے سے دیکھا اور سمجھا جاتا ہے، کیونکہ دونوں گروہ اپنی جگہ پر ان تعلیمات سے جواز پیش کرتے ہیں۔

قرآن کی **تنزیلی ترتیب** (یعنی نزول کے زمانے کے مطابق مکی اور مدنی آیات کی تقسیم) کے تناظر میں قدامت پسند اور اصلاح طلب گروہوں کا جائزہ لیں تو دونوں کا نظریہ قرآن کے مختلف مراحل اور حالات سے جڑا ہوا نظر آتا ہے۔

مکی اور مدنی اسلوب کے تناظر میں:

1. مکی دور (دعوت، نرمی، اور استقامت):

- مکی آیات میں عمومی طور پر نرمی، توحید پر زور، اور صبر واستقامت کا پیغام دیا گیا۔
- یہ دور دعوت، مکالمے، اور انسانیت کو اسلام کی طرف راغب کرنے کا ہے، جہاں زیادہ تر اخلاقی اصول اور عقائد پیش کیے گئے۔
- مخالفت کے باوجود تشدد یا سخت رویہ اپنانے سے گریز کیا گیا۔

.2 مدنی دور (حکمت عملی، نظام سازی، اور سختی جہاں ضروری ہو):

- مدنی آیات میں عملی زندگی، قانون، اور نظام کے قیام پر زور دیا گیا۔
- اجتماعی زندگی کے قوانین، جہاد، اور اسلامی ریاست کے تحفظ کے لیے سخت اقدامات کا ذکر ملتا ہے۔
- مدنی دور میں نرمی کے ساتھ ساتھ دشمنوں کے خلاف سختی بھی ظاہر ہوئی، خاص طور پر جب اسلامی ریاست کو خطرہ درپیش ہو۔

قدامت پسند گروہ اور تنزیلی ترتیب کا تجزیہ:

مکی اسلوب کے مطابق:

- قدامت پسند گروہ مکی دور کی دعوتی نرمی کو کم اہمیت دیتا ہے۔

- وہ زیادہ زور مدنی دور کی آیات، خاص طور پر جہاد، نظام سازی، اور استکبار کے خلاف سختی پر دیتے ہیں۔
- مغربی طاقتوں کے ساتھ تعلقات میں قدامت پسند عموماً مدنی دور کی "جہاد" اور "استقامت" پر مبنی آیات کو رہنمائی کے لیے اپناتے ہیں۔

مدنی اسلوب کے مطابق:

- قدامت پسند گروہ مدنی آیات کے سخت اسلوب اور اسلامی نظام کے قیام کو اپنے موقف کی بنیاد بناتا ہے۔
- ان کے نزدیک دشمنوں کے ساتھ نرمی کمزوری کے مترادف ہے اور اسلامی ریاست کی بقا کے لیے سخت رویہ ضروری ہے۔
- وہ اہلبیتؑ کے انقلابی اور مدافعانہ کردار (مثلاً کربلا کی جنگ) کو مدنی اسلوب کے تسلسل کے طور پر دیکھتے ہیں۔

اصلاح طلب گروہ اور تنزیلی ترتیب کا تجزیہ:

مکی اسلوب کے مطابق:

- اصلاح طلب گروہ مکی دور کی نرمی، مکالمے، اور انسانیت کے لیے قرآن کے عمومی دعوتی پیغام کو زیادہ اہمیت دیتا ہے۔
- وہ مغرب کے ساتھ تعلقات میں مکی دور کی صبر و تحمل اور حکمتِ دعوت پر مبنی آیات کو اپنانے پر زور دیتا ہے۔
- ان کے نزدیک قرآن کا مقصد انسانیت کو قریب لانا اور باہمی مکالمے کے ذریعے اصلاح کرنا ہے، جس کا بہترین مظہر مکی دور ہے۔

مدنی اسلوب کے مطابق:

- اصلاح طلب گروہ مدنی آیات کو حالات کے مطابق لچک کے ساتھ دیکھتا ہے۔
- وہ سختی کے بجائے زیادہ تر آیات کو مصالح اور اجتہاد کے تناظر میں اپناتے ہیں۔
- ان کے نزدیک اہلبیتؑ کی حکمت عملی (مثلاً امام حسنؑ کا صلح کا فیصلہ) مدنی دور کی آیات کا عملی اطلاق ہے۔

قرآن کی تنزیلی ترتیب کی روش کے مطابق تقابل:

پہلو	قدامت پسند گروہ	اصلاح طلب گروہ
مکی اسلوب (دعوت)	کم توجہ، سختی پر زیادہ زور	دعوت، مکالمے، اور نرمی پر توجہ
مدنی اسلوب (نظام اور سختی)	سختی اور جہاد پر مکمل انحصار	مدنی آیات کو حالات کے مطابق تعبیر
مکی و مدنی توازن	مدنی آیات کو مکی آیات پر غالب سمجھنا	مکی اور مدنی اسلوب کو مکمل توازن سے دیکھنا
مغرب کے ساتھ تعلقات	مدنی سختی کے اصول پر مبنی	مکی نرمی اور مکالمے پر مبنی

1. **قدامت پسند گروہ:**
   - زیادہ تر مدنی دور کے اصولوں پر زور دیتا ہے، خاص طور پر اسلامی نظام کے تحفظ اور دشمنوں کے خلاف سختی کو قرآن کے مدنی اسلوب کے تحت دیکھتا ہے۔
   - مکی اسلوب کو بعض اوقات پسِ پشت ڈال دیا جاتا ہے یا اس پر کم توجہ دی جاتی ہے۔
2. **اصلاح طلب گروہ:**

- مکی دور کے دعوتی اور نرم اصولوں کو زیادہ اہمیت دیتا ہے، جبکہ مدنی اصولوں کو وقت اور حالات کے مطابق لچکدار انداز میں اپنانے کی کوشش کرتا ہے۔
- وہ مکی و مدنی اسلوب کو توازن کے ساتھ اپنانے کا حامی نظر آتا ہے۔

اہلبیتؑ کی تعلیمات کا جائزہ لینے پر یہ واضح ہوتا ہے کہ ان میں مکی نرمی اور مدنی سختی دونوں موجود ہیں، لیکن ان کا اطلاق وقت اور حالات کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے، اصلاح طلب گروہ اہلبیتؑ کے مکی و مدنی توازن کے زیادہ قریب نظر آسکتا ہے، جبکہ قدامت پسند گروہ مدنی سختی پر زیادہ زور دیتا ہے۔

نمائندہ شخصیات:

ایران میں **قدامت پسند** اور **اصلاح طلب** گروہوں کی نمائندگی کرنے والی ماضی اور معاصر شخصیات کی نشاندہی کرنے سے ان کے نظریات اور فکری رجحانات کو بہتر سمجھا جا سکتا ہے۔

.1 قدامت پسند گروہ کی شخصیات:

ماضی کی اہم شخصیات:

1. **آیت اللہ العظمٰی روح اللہ خمینیؒ**

- اسلامی انقلاب کے بانی اور مغربی استعمار کے سخت مخالف۔
- قرآن اور اہلبیتؑ کی تعلیمات کو اسلامی ریاست کے قیام اور اس کی حفاظت کے لیے استعمال کیا۔
- مغربی اثرات کو امت مسلمہ کی کمزوری کا سبب سمجھتے تھے۔

2. **آیت اللہ محمد باقر الصدرؒ**

- اسلامی سیاسی فکر کے نمایاں فلسفی۔
- مغربی سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظاموں کی سخت تنقید اور اسلامی معاشی و سیاسی نظام کے حامی۔

3. **آیت اللہ مرتضٰی مطہریؒ**

- اسلامی اخلاقیات، فلسفے، اور اسلامی معاشرتی اقدار کے علمبردار۔
- قدامت پسندی اور اسلامی شعائر کے تحفظ کے داعی۔

معاصر شخصیات:

1. **آیت اللہ العظمٰی سید علی خامنہ ای**

- ایران کے موجودہ رہبرِ اعلیٰ۔
- مغربی طاقتوں کے خلاف سخت رویہ، استکبار سے مقابلہ، اور اسلامی نظام کے تحفظ کے حامی۔
- قدامت پسند نظریات کے مرکزی رہنما۔

2. **آیت اللہ احمد جنتی**

- ایرانی شورائے نگہبان کے سربراہ۔
- قدامت پسند نظریات کے حامی اور مغرب مخالف پالیسیوں کے داعی۔

3. **محمد باقر قالیباف**

- معاصر قدامت پسند سیاستدان اور ایران کی پارلیمنٹ کے اسپیکر۔
- قدامت پسند پالیسیوں کے ذریعے اسلامی معاشرتی اصولوں کے نفاذ کے حامی۔

.2اصلاح طلب گروہ کی شخصیات:

ماضی کی اہم شخصیات:

1. **آیت اللہ محمود طالقانیؒ**

- اسلامی انقلاب کے ابتدائی رہنما اور عوامی حقوق کے حامی۔
- اسلامی تعلیمات کو جمہوریت اور انسانی حقوق کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش۔

2. **ڈاکٹر علی شریعتیؒ**

- اسلامی انقلاب کے فکری معمار اور جدید اصلاحی نظریات کے داعی۔
- اسلام کو سماجی انصاف، انقلاب، اور مغرب کے ساتھ مکالمے کی روشنی میں پیش کیا۔

3. **آیت اللہ حسین علی منتظریؒ**

- جمہوریت اور انسانی حقوق کی حمایت۔
- اسلامی تعلیمات کو جدید دنیا کے تقاضوں کے مطابق اپنانے پر زور۔

معاصر شخصیات:

1. **محمد خاتمی**

- ایران کے سابق صدر اور اصلاح طلب نظریات کے نمایاں رہنما۔

- "گفتگو برائے تہذیب" کے تصور کے بانی، جو مغرب کے ساتھ مکالمے کی حمایت کرتا ہے۔

2. **حسن روحانی**

- ایران کے سابق صدر۔
- بین الاقوامی تعلقات میں نرمی اور مغرب کے ساتھ مذاکرات کے حامی۔

3. **عبدالکریم سروش**

- معاصر اسلامی فلسفی اور اصلاحی افکار کے علمبردار۔
- دین و سیاست کی علیحدگی اور اجتہاد پر زور۔

موازنہ: قدامت پسند اور اصلاح طلب شخصیات کا کردار

پہلو	قدامت پسند گروہ	اصلاح طلب گروہ
اسلامی نظام کا نفاذ	خمینیؒ، خامنہ ای، جنتی	طالقانیؒ، خاتمی، روحانی
مغرب کے ساتھ تعلقات	مغرب مخالف (خمینیؒ، خامنہ ای)	مکالمے کے حامی (خاتمی، شریعتیؒ، روحانی)
فلسفی اور فکری شخصیات	مطہریؒ، باقر الصدرؒ	شریعتیؒ، سروش

اصلاح طلب گروہ	قدامت پسند گروہ	پہلو
حمایت (منتظریؒ، خاتمی)	محدودیت (خامنہ ای، جنتی)	جمہوریت اور انسانی حقوق

- **قدامت پسند گروہ** اسلامی شعائر اور روایتی نظام کے تحفظ کو اپنی اولین ترجیح سمجھتا ہے، اور اس کی شخصیات اسلامی انقلاب کے مدنی اسلوب کی سختی کو اپناتی ہیں۔
- **اصلاح طلب گروہ** ملکی اسلوب کی نرمی اور مغرب کے ساتھ مکالمے کو زیادہ اہمیت دیتا ہے، اور ان کی شخصیات اجتہاد اور انسانی حقوق کو اسلامی تعلیمات کے دائرے میں لانے کی کوشش کرتی ہیں۔

دونوں گروہ اور عالمی سامراجی طاقتیں:

نیوکالونیل سامراجی طاقتیں (Neo-colonial powers) جیسے مغربی ممالک عام طور پر ان گروہوں میں سے **اصلاح طلب گروہ** کی زیادہ حمایت کرتی ہیں۔ اس کی کئی وجوہات ہیں جو ان کی خارجہ پالیسی، معاشی مفادات، اور سماجی نظریات سے جڑی ہوئی ہیں:

.1 اصلاح طلب گروہ کی حمایت کی وجوہات:

.1.1 مکالمے اور نرم رویے پر زور

- اصلاح طلب گروہ عمومی طور پر مغرب کے ساتھ مکالمے، تعاون، اور تعلقات کو بہتر بنانے کی حمایت کرتا ہے۔
- سامراجی طاقتیں ایسے گروہوں کو ترجیح دیتی ہیں جو ان کے ساتھ سیاسی اور معاشی مذاکرات کے لیے زیادہ آمادہ ہوں اور ٹکراؤ کی پالیسی سے گریز کریں۔

.1.2 عالمی تعلقات میں اعتدال

- اصلاح طلب رہنما جیسے محمد خاتمی اور حسن روحانی نے مغرب کے ساتھ تعلقات بہتر بنانے کی کوشش کی، مثلاً نیوکلیئر معاہدے (JCPOA) کے لیے مذاکرات۔
- مغرب کو ایسے رہنما زیادہ پسند ہیں جو "اعتدال پسند" سمجھے جاتے ہوں اور جنہیں داخلی یا خارجی سطح پر شدت پسند نہیں سمجھا جاتا۔

.1.3 مغربی اقدار کی قبولیت

- اصلاح طلب گروہ بعض معاملات میں انسانی حقوق، جمہوریت، اور اظہارِ رائے جیسے مغربی تصورات کو اسلامی فریم ورک میں اپنانے پر آمادہ ہوتا ہے۔
- سامراجی طاقتیں ایسے عناصر کو سپورٹ کرتی ہیں جو ان کے بیانیے کے قریب ہوں اور اسلامی معاشروں میں "تبدیلی" کی حوصلہ افزائی کریں۔

1.4. اقتصادی اصلاحات کی گنجائش

- اصلاح طلب گروہ مغربی سرمایہ کاری اور اقتصادی تعاون کے لیے زیادہ کھلا ہے، جو سامراجی طاقتوں کو اپنے مفادات کے لیے فائدہ مند نظر آتا ہے۔

2. قدامت پسند گروہ کی مخالفت کی وجوہات:

2.1. مغرب مخالف بیانیہ

- قدامت پسند گروہ، خاص طور پر آیت اللہ خمینیؒ اور خامنہ ای کی قیادت میں، سامراجی طاقتوں کے خلاف سخت موقف رکھتا ہے۔

- مغرب کوان گروہوں کی پالیسیوں سے خطرہ محسوس ہوتا ہے، جیسے خودمختاری، استکبار مخالف بیانیہ، اور عالمی طاقتوں کے اثرات کو کم کرنا۔

.2.2 اقتصادی خودانحصاری

- قدامت پسند مغربی سرمایہ داری نظام کو مسترد کرتے ہیں اور خود انحصاری کی پالیسی پر زور دیتے ہیں، جس سے سامراجی طاقتوں کے لیے تجارتی یا اقتصادی مفادات محدود ہو جاتے ہیں۔

.2.3 علاقائی اثر و رسوخ

- قدامت پسند گروہ اسلامی ممالک میں سامراجی طاقتوں کے اثر کو کم کرنے اور انقلابی نظریات پھیلانے کی کوشش کرتا ہے، جو مغرب کے مفادات کے خلاف ہے۔

.2.4 سخت گیر پالیسیوں سے مزاحمت

- قدامت پسند گروہ کی مغرب مخالف پالیسیاں، جیسے ایران کے نیوکلیئر پروگرام کی حمایت اور امریکہ و اسرائیل کی مخالفت، سامراجی طاقتوں کے لیے چیلنجز پیدا کرتی ہیں۔

نیو کالونیل طاقتوں کی حکمت عملی:

- سامراجی طاقتیں عمومی طور پر ایسے عناصر کی حمایت کرتی ہیں جو **تبدیلی پسند** ہوں، مغرب سے تعلقات بڑھانے کے حامی ہوں، اور مغربی نظامِ فکر کو کسی حد تک اپنانے پر آمادہ ہوں۔
- **اصلاح طلب گروہ** ان کے مفادات کے لیے زیادہ مفید نظر آتا ہے، کیونکہ وہ اسلامی نظام کو "جدیدیت" کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

مثال:

- مغرب نے محمد خاتمی اور حسن روحانی کی قیادت میں ایران کے اصلاح طلب گروہ کی سیاسی کوششوں کو زیادہ مثبت انداز میں دیکھا، خاص طور پر نیوکلیئر معاہدے جیسے معاملات پر۔
- دوسری طرف، قدامت پسند رہنماؤں جیسے آیت اللہ خامنہ ای اور محمود احمدی نژاد کے دور کو مغرب نے زیادہ مزاحمتی اور مخالفانہ قرار دیا۔

- سامراجی طاقتیں **اصلاح طلب گروہ** کی زیادہ حمایت کرتی ہیں کیونکہ یہ گروہ مغرب کے لیے اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے زیادہ مفید ثابت ہو سکتا ہے۔
- **قدامت پسند گروہ** کی پالیسیاں سامراجی طاقتوں کے اثر ورسوخ کو محدود کرتی ہیں، اس لیے مغرب عمومی طور پر ان کی مخالفت کرتا ہے۔

مختلف طبقات میں مختلف فکری روشیں فطری ہیں

اجتہاد کی دو روشیں، اصالۃ الاحتیاط اور اصالۃ البرائت، اسلامی فقہ اور اصول اجتہاد کے بنیادی پہلوؤں کو واضح کرتی ہیں۔ اصالۃ الاحتیاط ایک محتاط اور ذمہ دارانہ طرز عمل کی نمائندگی کرتی ہے، جس میں ایسے معاملات میں جہاں حکم واضح نہ ہو، ہمیشہ زیادہ احتیاط سے کام لیا جاتا ہے تاکہ کسی بھی قسم کی دینی خلاف ورزی کا احتمال نہ رہے۔ یہ اصول خاص طور پر ان معاملات میں موزوں ہے جن میں شریعت کے اہم اور حساس احکام شامل ہوں۔ دوسری جانب، اصالۃ البرائت ایک آزاد اور آسان گیر رویہ کی نمائندگی کرتی ہے، جو فرض کرتا ہے کہ جب تک کسی چیز کی حرمت یا وجوب کا واضح حکم موجود نہ ہو، وہ جائز اور مباح سمجھی جائے گی۔ یہ طریقہ انسانی زندگی کو سہولت اور

آزادی فراہم کرتا ہے، خاص طور پر ان مسائل میں جہاں دینی سختیاں زندگی کے عمومی معاملات پر غیر ضروری بوجھ ڈال سکتی ہیں۔

سیاسی اور سماجی تناظر میں، یہ اجتہادی روشیں اصلاح طلب اور قدامت پسند مکاتب فکر کے ساتھ گہری مطابقت رکھتی ہیں۔ اصلاح طلب فکر جدیدیت، ترقی اور اجتہاد کو زندگی کے نئے مسائل کا حل تلاش کرنے کا ایک ذریعہ سمجھتی ہے۔ یہ نقطہ نظر دینی اصولوں کی روح کو برقرار رکھتے ہوئے ان کی عملی تطبیق کو جدید حالات کے مطابق ڈھالنے کی حمایت کرتا ہے۔ اصلاح طلب طبقے کی فکری بنیاد اصالۃ البرائت کے اصول سے قریب تر ہے، کیونکہ دونوں ہی انسانی آسانی، آزادی اور سماجی ترقی پر زور دیتے ہیں۔ اس کے برعکس، قدامت پسند فکر روایت پسندی اور موجودہ دینی ڈھانچے کی حفاظت کو ترجیح دیتی ہے۔ یہ نقطہ نظر کسی بھی قسم کی تبدیلی یا نئے نظریات کو شک کی نظر سے دیکھتا ہے اور اصالۃ الاحتیاط کی محتاط حکمت عملی کے زیادہ قریب ہے۔ قدامت پسند طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ دینی اصولوں میں لچک کی اجازت دینا ممکنہ طور پر ان اصولوں کی کمزوری کا باعث بن سکتا ہے۔

نفسیاتی اعتبار سے، گروتھ مائنڈ سیٹ اور فکسڈ مائنڈ سیٹ ان فکری مناہج کو مزید گہرائی سے سمجھنے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ گروتھ مائنڈ سیٹ ترقی،

سیکھنے، اور تبدیلی کو قبول کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ رویہ اصلاح طلب فکر کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے، کیونکہ دونوں تبدیلی اور جدت کو مثبت امکانات کے طور پر دیکھتے ہیں۔ گروتھ مائنڈ سیٹ کے حامل افراد اجتہاد کو ایک جاری عمل سمجھتے ہیں اور مشکلات کو مواقع میں بدلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس کے برعکس، فکسڈ مائنڈ سیٹ ایک جامد اور محدود رویہ اختیار کرتا ہے، جہاں روایات اور موجودہ تصورات کو حتمی سمجھا جاتا ہے۔ یہ رویہ قدامت پسند فکر کے قریب ہے، جو تبدیلی سے گریز کرتا ہے اور روایتی دینی ڈھانچے کو برقرار رکھنے پر زور دیتا ہے۔

علمی تناظر میں، معتزلہ اور اشاعرہ دو نمایاں مکاتب فکر ہیں جنہوں نے اسلامی فکر پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ معتزلہ کی فکر عقلیت پسندی، انسانی آزادی، اور منطقی استدلال پر مبنی ہے۔ وہ عقل کو وحی کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اجتہاد کو ایک اہم ذریعہ سمجھتے ہیں تاکہ دین کو جدید تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کیا جا سکے۔ یہ مکتب فکر اصلاح طلبی اور گروتھ مائنڈ سیٹ سے گہرا تعلق رکھتا ہے، کیونکہ یہ ترقی اور تبدیلی کو دینی مقاصد کے حصول کے لیے ضروری سمجھتا ہے۔ اس کے برعکس، اشاعرہ کی فکر قدامت پسندی اور نصوص کی لفظی تعبیر پر زور دیتی ہے۔ وہ عقل کے مقابلے میں وحی

کو فوقیت دیتے ہیں اور احتیاط کے اصول پر عمل کرتے ہوئے دینی احکام کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اشاعرہ کا رجحان فکسڈ مائنڈ سیٹ اور اصالۃ الاحتیاط سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے، کیونکہ وہ دینی اصولوں میں کسی بھی قسم کی لچک یا تبدیلی کو دین کے استحکام کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں۔

یہ تمام پہلو اجتہاد، سیاسی اور فکری مناہج، نفسیاتی کیفیات، اور علمی مکاتب فکر کے درمیان ایک گہرے تعلق کو واضح کرتے ہیں۔ اصالۃ البرائت اور اصلاح طلب فکر، گروتھ مائنڈ سیٹ اور معتزلہ کی عقلیت پسندی کے ساتھ مل کر ایک ترقی پسند اور آزاد نقطہ نظر پیش کرتے ہیں، جبکہ اصالۃ الاحتیاط، قدامت پسندی، فکسڈ مائنڈ سیٹ، اور اشاعرہ کی روایت پسندی مل کر ایک محتاط، روایتی، اور دینی استحکام کا مظہر ہیں۔ ان نظریات کو سمجھنا اسلامی اجتہاد اور دینی علوم کی گہرائیوں میں جھانکنے کا موقع فراہم کرتا ہے، جو جدید اور روایتی دونوں طرح کے مسائل کے حل میں مددگار ہو سکتے ہیں۔

جمہوریت اور انقلابیت

(حصہ دوئم)

پاکستان میں دینی سیاست کرنے والوں کے دو منظومہ فکری

علمائے دین کو سیاسی معاملات میں دینی حکمتوں کو جدید دور پر منطبق کرنے کے لیے درج ذیل نکات پر غور کرنا چاہیے:

علمی گہرائی اور دور حاضر کے تقاضوں کا شعور: علماء کو قرآن، حدیث، اور اسلامی تعلیمات میں گہری بصیرت کے ساتھ موجودہ دور کے سیاسی، سماجی، اور اقتصادی مسائل کو سمجھنا چاہیے تاکہ درست فیصلے کیے جاسکیں۔

اجتہاد کی ضرورت: علماء کو اجتہاد کے اصولوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دینی احکام کو موجودہ زمانے کے مسائل کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی مہارت حاصل کرنی چاہیے۔

واقعاتی مصادیق کی شناخت: قرآن و سنت کے اصولوں کو دور حاضر کے عملی مسائل پر منطبق کرنے کے لیے حقیقی مصادیق کی درست شناخت ضروری ہے۔

مذاکرہ اور تحقیق: علماء کو ماہرینِ سیاست، سماجیات، اور اقتصادیات کے ساتھ مذاکرہ کر کے مشترکہ تحقیق کرنی چاہیے تاکہ مسائل کے حل کے لیے جامع اور قابلِ عمل حکمت عملی تیار ہو۔

روحِ شریعت کو ملحوظ رکھنا: دینی معاملات میں شریعت کی اصل روح یعنی انصاف، انسانیت کی بھلائی، اور فلاح و بہبود کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے۔

تاریخی تجربات کا تجزیہ: ماضی کے سیاسی فیصلوں اور ان کے نتائج کا جائزہ لے کر حال اور مستقبل کے لیے بہتر حکمت عملی تیار کی جا سکتی ہے۔

عوامی شعور بیدار کرنا: علماء کو عوام کی تعلیم و تربیت اور ان کے شعور کو بڑھانے کے لیے کردار ادا کرنا چاہیے تاکہ معاشرتی مسائل کا اسلامی طریقے سے حل ممکن ہو۔

عملی میدان میں شمولیت: صرف نظریاتی باتوں پر اکتفا کرنے کے بجائے، علماء کو عملی میدان میں قدم رکھنا ہو گا تاکہ عوام کے مسائل کا حقیقی ادراک ہو اور ان کے لیے بہتر فیصلے کیے جا سکیں۔

انصاف پر مبنی نظام کی تشکیل: علماء کو ایسے فیصلے اور پالیسیاں وضع کرنی چاہئیں جو انصاف پر مبنی ہوں اور ہر طبقے کے حقوق کا تحفظ کریں۔

دین اور سیاست کا توازن: دینی اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے سیاسی حکمت عملی تیار کی جائے تاکہ نہ تو دین کا نقصان ہو اور نہ ہی عوامی مفادات متاثر ہوں۔

پاکستان اور ایران کے سیاسی میدان میں فرق و مماثلتیں

پاکستان اور ہندوستان کے شیعہ مسلمان اور ایران کی صورتحال کی موازنہ کرتے وقت ہمیں دونوں ممالک کی تاریخ، سیاسی، سماجی اور معاشی شرائط کا فرق سمجھنا چاہیے۔ ایران ایک ایسا ملک ہے جو ایک مضبوط اسلامی حکومت کا حامل ہے، جس میں ایک واضح سیاسی نظام ہے جو اسلامی اقدار پر قائم ہے۔ ایران میں سپریم لیڈر کی قوت، عوامی حمایت، اور مضبوط ادارے ہیں جو ایک واضح حکومتی پالیسی کی بنیاد پر فیصلے کرتے ہیں۔ اس کے برعکس، پاکستان اور ہندوستان میں مختلف شرائط ہیں، جن میں ایک متنوع مذہبی، ثقافتی اور سیاسی landscape ہے۔ دونوں ممالک میں شیعہ کمیونٹی اگرچہ بڑی ہے، مگر ان کی سیاسی اور سماجی طاقت ایران جیسے نہیں ہے۔

پاکستان میں، جہاں شیعہ مسلمان اقلیت میں ہیں اور ان کے خلاف فرقہ واریت کے مسائل بھی ہیں، وہاں کی سیاسی حقیقتیں ایران سے مختلف ہیں۔

پاکستان کی حکومت میں اس وقت تک اسلامی نظام کی مکمل حکمرانی نہیں ہے جو ایران میں موجود ہے۔ پاکستان کا معاشی اور سیاسی نظام پیچیدہ ہے اور عالمی طاقتوں کی مداخلت بھی اس کی سمت کو متاثر کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ، وہاں کی شیعہ کمیونٹی نے مذہبی تعلیمات اور اخلاقی و سیاسی جدوجہد کو دوسرے طریقوں سے اپنا رکھا ہے۔

اس میں یہ بات اہم ہے کہ مکی دور میں حضرت رسول اللہ (ص) اور آپ کے پیروکاروں نے ایک محدود اور اجتماعی جدوجہد کی تھی، جس میں ابتدائی طور پر اس بات کی ضرورت تھی کہ پیغمبر کی باتوں کو پھیلایا جائے اور مسلمانوں کی تعداد بڑھائی جائے۔ اس کے بعد مدنی دور میں جب اسلامی ریاست قائم ہو گئی، تب وہ جغرافیائی اور سیاسی حکمت عملی اختیار کی گئی، جو اسلام کے دفاع اور بقا کے لیے ضروری تھی۔ ان دونوں ادوار کی شرائط میں واضح فرق تھا، اور یہ فرق آج کی عالمی سیاست میں بھی موجود ہے۔

پاکستان اور ہندوستان میں علماء کا کردار اس لحاظ سے اہم ہے کہ وہ لوگوں کی ذہن سازی اور معاشرتی اصلاحات کی کوششیں کر رہے ہیں، مگر ان کی کوششیں محدود وسائل اور فرقہ واریت کے مسائل کی وجہ سے متاثر ہو سکتی ہیں۔ ان ممالک میں علماء کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے وقت کی شرائط کو

سمجھتے ہوئے علم اور حکمت کے ساتھ عوامی رہنمائی فراہم کریں، کیونکہ ہر دور اور ہر ماحول کی اپنی مخصوص ضروریات اور چیلنجز ہوتے ہیں۔

ایران میں جس طرح کی مزاحمت ہے، وہ ایک خاص سیاسی، سماجی، اور اقتصادی سیاق وسباق میں ہو رہی ہے، جہاں عوام اور حکومت کے درمیان ہم آہنگی اور قومی اتحاد موجود ہے۔ اس کے برعکس، پاکستان اور ہندوستان میں شیعہ مسلمانوں کو اپنی شناخت اور حقوق کے لیے مختلف مشکلات کا سامنا ہے، اور اس میں عالمی طاقتوں کی مداخلت بھی ایک اہم عنصر ہے۔ اس لیے ان دونوں ادوار اور دونوں ممالک کے مسائل کو ایک دوسرے سے موازنہ کرنا درست نہیں ہو گا، بلکہ ہر ایک کی شرائط کو سمجھ کر اس کے مطابق حکمت عملی اپنائی جانی چاہیے۔

مزید توضیح:

پاکستان جیسے پیچیدہ سیاسی ماحول میں تشیع کو سامراجی طاقتوں کی سازشوں کے مقابلہ میں ایک مضبوط اور موثر مقاومتی گروہ کے طور پر شمار کرنے کے لیے ایک ہمہ گیر حکمت عملی اختیار کرنا ضروری ہے۔ یہاں چند اہم پہلو ہیں جن پر توجہ دی جاسکتی ہے:

سب سے پہلے، تشیع کو اپنی فکری، ثقافتی، اور سیاسی شناخت کو مضبوط کرنا ہو گا۔ اس کے لیے تشیع کے اس تاریخی ورثے کو زندہ کرنا ضروری ہے جو ہمیں مزاحمت، انصاف، اور حق کے لیے کھڑے ہونے کی تعلیم دیتا ہے۔ امام حسین (ع) کی قربانی اور ان کے اصولوں کو نہ صرف مذہبی سطح پر، بلکہ سیاسی سطح پر بھی اجاگر کرنا ہو گا۔ اس سے نہ صرف داخلی طور پر تشیع کی شناخت مضبوط ہو گی بلکہ ایک عالمی سطح پر بھی ان کی آواز کو سنا جا سکے گا۔

دوسرا پہلو تشیع کی تنظیمی طاقت کو بڑھانا ہے۔ پاکستان میں جہاں فرقہ واریت اور داخلی تقسیمات ہیں، وہاں تشیع کو اپنے داخلی اختلافات کو کم کر کے ایک متحد اور منظم قوت بننا ہو گا۔ اس کے لیے ایک مرکزی پلیٹ فارم کی ضرورت ہے جو مختلف گروپوں کو ایک ساتھ لائے اور ان کی توانائیوں کو مشترکہ مقاصد کے لیے استعمال کرے۔ ایسی تنظیمیں جو تعلیم، صحت، اور سماجی خدمت کے میدان میں فعال ہوں، وہ اپنی موجودگی کو مزید مستحکم کر سکتی ہیں اور عوام کے درمیان پذیرائی حاصل کر سکتی ہیں۔

تیسرا اہم پہلو تشیع کی سیاسی شرکت کو بڑھانا ہے۔ پاکستان میں سیاست میں زیادہ فعال شرکت کے ذریعے تشیع اپنی آواز بلند کر سکتا ہے اور اس کے اثرات قومی سطح پر پڑ سکتے ہیں۔ ان کی سیاسی جدوجہد کو حکمت کے ساتھ اس

طرح سے ترتیب دینا ضروری ہے کہ وہ نہ صرف اپنے حقوق کے لیے لڑے بلکہ پاکستان کے دیگر مظلوم طبقوں کے حقوق کے لیے بھی آواز اٹھائے۔ اس سے نہ صرف ان کے موقف کی قوت بڑھے گی بلکہ عوامی حمایت بھی حاصل ہو گی۔

چوتھا پہلو عالمی سطح پر تشیع کے موقف کو اجاگر کرنا ہے۔ پاکستان کو عالمی سطح پر تشیع کی حمایت کے لیے ایک مضبوط آواز بننا چاہیے، خاص طور پر ان ممالک میں جہاں سامراجی طاقتیں مداخلت کرتی ہیں۔ اس کے لیے تشیع کو اپنے مذہبی اور سیاسی پیغامات کو عالمی فورمز پر پیش کرنا ہو گا اور ان طاقتوں کے خلاف اپنی بات کو عالمی سطح پر موثر طریقے سے پہنچانا ہو گا۔ اس میں خاص طور پر ایرانی ماڈل کی کامیاب حکمت عملی کو مدنظر رکھتے ہوئے، پاکستان میں بھی علاقائی و عالمی سیاست میں مؤثر کردار ادا کیا جا سکتا ہے۔

آخر کار، تشیع کو مزاحمت کے لیے اپنی ثقافتی اور فکری بنیادوں کو مستحکم کرنا ہو گا۔ اس کے لیے تعلیمی اداروں میں ایسے پروگرامز اور کورسز متعارف کرائے جا سکتے ہیں جو تشیع کی مزاحمتی تاریخ اور عالمی سیاست کے بارے میں آگاہی فراہم کریں۔ اس کے ذریعے ایک نسل تیار کی جا سکتی ہے جو نہ صرف

اندرونی مسائل کے خلاف مزاحمت کرے بلکہ عالمی سطح پر بھی سامراجی طاقتوں کے ایجنڈے کا مقابلہ کرے۔

یعنی تشیع کو داخلی اتحاد، سیاسی عمل میں فعال شرکت، ثقافتی شناخت کو فروغ دینے، اور عالمی سطح پر اپنی آواز کو بلند کرنے کے ذریعے مزاحمتی گروہ کی حیثیت حاصل کرنا ہوگی۔ ان تمام اقدامات سے تشیع ایک مضبوط اور منظم قوت بن کر سامراجی طاقتوں کے خلاف جدوجہد میں اپنا کردار ادا کر سکتی ہے۔

اختتامی خلاصہ

اجتہاد کی دو روشیں، اصالۃ الاحتیاط اور اصالۃ البرائت، انسانی فطرت کے دو اہم پہلوؤں کی عکاسی کرتی ہیں۔ اصالۃ الاحتیاط انسان کی محتاط اور ذمہ دارانہ فطرت کو ظاہر کرتی ہے، جو کسی بھی معاملے میں ممکنہ خطرات اور نقصانات سے بچنے کی خواہش رکھتی ہے۔ یہ رویہ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں تحفظ، استحکام، اور روایات کی پاسداری کو اہمیت دیتا ہے۔ دوسری جانب، اصالۃ البرائت انسان کی آزادی، تخلیقی سوچ، اور سہولت کی فطری طلب کو بیان کرتی ہے۔ یہ روش انسانی جبلت کے اس پہلو کو نمایاں کرتی ہے جو زندگی کے مسائل میں آسانی اور لچک کو ترجیح دیتا ہے۔ یہ دونوں اصول اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اسلام انسانی فطرت کے ہر پہلو کو متوازن انداز میں سمجھتا اور اسے شریعت میں جگہ دیتا ہے۔

اصلاح طلب اور قدامت پسند افکار بھی انسانی فطرت کے متنوع رجحانات کا عکس ہیں۔ اصلاح طلب فکر ترقی، جدت، اور نئے مواقع کی تلاش کی فطری خواہش کی نمائندگی کرتی ہے، جو تبدیلی اور تجربات کے ذریعے زندگی کو بہتر بنانے پر یقین رکھتی ہے۔ قدامت پسند فکر اس کے برعکس، روایات، تحفظ،

اور موروثی اقدار کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے، جو انسانی فطرت کے اس پہلو کی عکاسی کرتی ہے جو تسلسل اور استحکام کو مقدم رکھتا ہے۔ یہ دونوں فکری مناہج انسانی معاشرت میں ایک توازن پیدا کرتے ہیں، جہاں ایک جانب ترقی اور تجدید کی کوشش ہوتی ہے اور دوسری جانب ماضی کی قیمتی روایات کا تحفظ۔

گروتھ مائنڈسیٹ اور فکسڈ مائنڈسیٹ انسانی ذہن کے نفسیاتی پہلوؤں کو بیان کرتے ہیں۔ گروتھ مائنڈ سیٹ اس ذہنی صلاحیت کو ظاہر کرتا ہے جو سیکھنے، تجربات قبول کرنے، اور ترقی کے لیے خود کو تیار رکھنے میں نمایاں ہے۔ یہ رویہ انسانی فطرت کے اس پہلو کی ترجمانی کرتا ہے جو تبدیلی اور آگے بڑھنے کی خواہش رکھتا ہے۔ اس کے برعکس، فکسڈ مائنڈ سیٹ انسانی ذہن کے اس رویے کو بیان کرتا ہے جو روایات، موجودہ علم، اور پرانی تصورات کو حتمی اور ناقابلِ تبدیلی سمجھتا ہے۔ یہ دونوں نفسیاتی رجحانات انسانی شخصیت اور معاشرت میں ایک متوازن ماحول قائم کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

معتزلہ اور اشاعرہ اسلامی فکر کے دو اہم مکتبہ ہائے فکر ہیں، جو انسانی فطرت کی عقلی اور نقلی جہات کو نمایاں کرتے ہیں۔ معتزلہ کا نقطہ نظر انسانی عقل کی فطری صلاحیتوں اور آزادی کو اجاگر کرتا ہے، جو فطرتاً حقائق کو سمجھنے اور نئے راستے تلاش کرنے پر مائل ہے۔ اشاعرہ کا مکتب فکر انسانی فطرت کے اس پہلو کو پیش کرتا ہے جو نصوص اور روایت پر انحصار کو ترجیح دیتا ہے، اور وحی کی

فوقیت کو انسانی عقل پر مقدم سمجھتا ہے۔ یہ دونوں مکاتب فکر انسانی فطرت کے مختلف پہلوؤں کو اسلامی تعلیمات کے ساتھ جوڑتے ہیں اور ایک متوازن اجتہادی نظام کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

ان تمام روشوں اور مناہج کے فطری ہونے کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ یہ انسانی شخصیت، معاشرت، اور ذہن کے متنوع رجحانات کو نہ صرف تسلیم کرتے ہیں بلکہ ان کے لیے ایک جامع اور متوازن دائرہ کار فراہم کرتے ہیں۔ ان اصولوں اور نظریات کی بنیاد پر اجتہاد اور فکری ترقی کے عمل کو سمجھنا ہمیں اسلام کی جامعیت اور انسانی فطرت کے ساتھ اس کی گہری مطابقت کو بہتر طور پر سمجھنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔